جوابات اعتراضات شیعہ

نمبر ۲

(از سید صادق اٹاوی)

اعتراض نمبر ۴ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - یاایھا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جہنم وبئس المصیر۔

یعنی اے لوگو! جو ایمان لائے ہو - تم جب کفار سے مقابلہ کرو - تو پیٹھ نہ دو کفار کی لڑائی سے - یعنی ہرگز نہ بھاگو - اور جو پیٹھ دے کافروں کو لڑائی سے مگر اس حالت میں کہ پھرتا ہوا ہو لڑائی کے لئے - یا پناہ لینے والا ہو طرف ایمان والوں کے - پس تحقیق وہ لوٹا خدا کے غصہ کے ساتھ اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے -

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ یعنی مومن نہیں مگر وہ کہ ایمان لائے خدا اور رسولؐ پر اور جب ہوں ساتھ اس کے کسی امر جامع پر نہ جائیں مگر جب تک اجازت نہ دے رسولؐ -

غزوۂ اُحد

(۱) تاریخ طبری جلد ثالث مطبوعہ مصر ص ۱۹ - یعنی انس بن نضر جو انس بن مالک کا چچا تھا - وہ عمر بن الخطاب تک پہنچا - حضرت عمرؓ کی بیعت میں طلحہ بن عبیداللہؓ بھی تھے - اور بہت سے لوگ مہاجرین و انصار سے تھے - مگر یہ سب لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے - انسؓ نے کہا تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کرتے ہو - ان لوگوں نے جواب دیا - کہ کیا کریں - رسول اللہؐ تو قتل کر ڈالے گئے - تب انسؓ نے کہا - پھر جب رسول اللہؐ مر چکے - تو اب زندہ رہ کر کیا کرو گے - اور جس دین پر رسول اللہؐ نے انتقال فرمایا ہے - اس پر تم بھی مرجاؤ انسؓ بن نضر یہ کہکے کفار کے مقابلہ میں آیا - اور ان سے لڑکر قتل ہوگیا -

(۲) تاریخ طبری مذکور جلد ۳ ص ۲۰ پر لکھا ہے - آپؐ کے اصحاب بھاگ کھڑے ہوئے بعضوں

نے مدینہ میں جاکر دم لیا۔ اور بعضوں نے پہاڑ پر چڑھ کر پتھر پر جاکر دم لیا۔ اور رسالت مآبؐ آوازیں دے رہے تھے۔ کہ بندگانِ خدا کہاں جاتے ہو۔ میری طرف آؤ۔ اسی طبری میں ہے۔

(۳) جو پہاڑ پر تھے۔ اور پتھر پر چڑھ گئے تھے۔ بعض کہہ رہے تھے۔ کاش! اسوقت ہمارے پاس کوئی ایسا شخص ہوتا۔ کہ ہم قاصد بناکر عبد اللہ بن ابی تک بھیجتے۔ جو ابوسفیان سے بھی ہمیں امان حاصل کر دیتا۔ (کہنے والے یہ کہہ رہے تھے) اے قوم! محمدؐ تو قتل ہو گئے اپنی قوم سے پھر ملجاؤ۔ ایسا نہ ہو وہ آجائیں۔ اور قتل کر ڈالیں۔

(۴) اسی کتاب کے صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان بن عفان بھی بھاگنے والوں میں تھے

(۵) تفسیر کبیر میں فخرالدین رازیؒ جلد ثالث مطبوعہ استنبول صفحہ ۱۰۸ میں لکھتے ہیں۔ بھاگنے والوں میں عمرؓ بھی تھے۔ مگر ان لوگوں میں نہ تھے۔ جو پہلے ہی بھاگ گئے۔ بعض ایسے تھے۔ جو بھاگ کر دور نکل گئے تھے۔ جیسے حضرت عثمانؓ اور عتبہ اور سعد انصاری بھی تین دن کے بعد پلٹے۔ حضرت نے فرمایا۔ تم بڑی ہی دور بھاگے۔

(۶) خود حضرت عمرؓ کا قول سنئے۔ (در منثور سیوطی) جب احد کا دن تھا۔ اور ہم سب نے فرار کیا۔ تو میں بھی بھاگا۔ یہانتک کہ میں پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور میں اپنے آپ کو اوچکتے ہوئے دیکھتا تھا۔ جیسے بز کوہی اچکتی ہے۔

(۷) حضرت ابوبکرؓ کی بابت سنئے۔ تاریخ خمیس حصہ اول صفحہ ۴۳۱۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ بیان فرماتے ہیں۔ جسدن لوگ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ تو میں سب سے پہلے رسول اللہؐ کے پاس آیا تھا۔

(۸) روضۃ الصفا جلد دوم۔ جتنے اصحاب تھے۔ ان سب نے فرار کیا۔ اور خدمت رسول اللہؐ میں سوائے امیر المومنین علی بن ابیطالب اور ابودجانہ اور سہیل بن حنیف کے کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔

(۹) حبیب السیر جزو سوم صفحہ ۱۲۱۔ میں بھی حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں۔

(۱۰) صحیح بخاری جلد دوم مطبوعہ بمبئی ص ۱۶۸۔ وانہزم المسلمون وانہزمت معہم فاذا عمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ما شان الناس قال امر اللہ یعنی قتادہ سے منقول ہے

کہ مسلمان لوگ بھاگ گئے اور میں بھی بھاگا۔ پس کیا دیکھتا ہوں میں کہ ان بھاگنے والوں میں عمرؓ بن الخطابؓ بھی موجود ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ ہم لوگوں کا۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ جو اللہ کو منظور تھا۔ وہ ہوا۔

(۱) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے وقیل انہ علیہ السلام سبّ الذین انھزموا یوم احد وکان فیھم عثمان بن عفانؓ فنزلت ھذہ الایۃ الآیہ فکفّ عنھم

(۲) روضۃ الاحباب۔ مدارج النبوۃ۔ معارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ جب جنگ احد میں مسلمان بھاگ گئے۔ اور جناب رسول خداؐ کو تنہا چھوڑ دیا۔ تو حضرتؐ کو غصہ آیا۔ دیکھا تو جناب امیرؑ پہلو میں کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا۔ اے علیؑ! تم بھی ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے۔ جناب امیرؑ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ۔ لا اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ کیا بعد ایمان کے کفر اختیار کرتا۔ میں تو آپؐ کا پیرو ہوں۔ دیکھئے۔ جنگ سے بھاگنا کفر کی حد تک پہونچ گیا۔ جناب رسول خداؐ نے سبّ کیا۔ پس حضرات ثلثہ سبّ کے مورد ہیں۔ اور بھاگنا ان کا کفر ہے۔

غزوۂ احزاب

(۱) عمرو بن عبدود مبارز طلب ہوا۔ رسول اکرمؐ نے لشکر اسلام سے تین مرتبہ فرمایا۔ کہ کوئی اس کافر کے ساتھ لڑنے کو نکلے مگر کوئی نہ نکلا حضرت رسول اللہؐ نے خاص کر حضرت عمرؓ سے فرمایا لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ تب حضرت علیؑ گئے اور اسکو قتل کر دیا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ علی مرتضےٰ کی خندق کے دن کی لڑائی تمام امت کے اعمال سے افضل ہے۔ جو کہ وہ قیامت تک کریں۔

(۲) معارج النبوت۔ صحیح مسلم۔ معارج النبوۃ۔ تفسیر درمنثور میں جنگ احزاب کے متعلق حذیفہ سے روایت ہے۔ کہ ہم رسول خداؐ کے ساتھ تھے۔ رات نہایت سرد تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کوئی شخص ایسا ہے۔ جو لشکر کفار کیطرف جائے۔ اور انکی خبر لائے۔ جو شخص ایسا کرے۔ تو عوض میں خداوند عزّ وجلّ اس کو بروز قیامت میرے ساتھ کریگا۔ حذیفہ کہتے ہیں پس ہم میں سے کوئی شخص نہ اٹھا۔ اور سب نے سکوت کیا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ سے کہ تم جاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ اللہ و رسولؐ مجھکو معاف رکھیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اگر تو جاتا۔ تو جا سکتا تھا۔ جب رسول خداؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ کہ پھر

رسول اللہ نے میرا نام لیا۔ تو میں نے کہا۔ حضور بہت اچھا۔

غزوۂ خیبر

(۱) تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے۔ جب رسول اللہ حصن خیبر کے پاس نازل ہوئے۔ تو آپ نے اپنے لوا کو عمر ابن الخطاب کو دیا۔ عمرؓ کے ساتھ جو لوگ گئے۔ وہ گئے۔ اہل خیبر کے مقابل آئے۔ مگر حضرت عمرؓ اور ان کے اصحاب بھاگ نکلے۔ اور رسول اللہ کی جانب پلٹے حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں کو بودا اور بزدل کہہ رہے تھے۔ اور لشکر حضرت عمرؓ کو بودا اور بزدل کہہ رہا تھا۔ تب حضرت رسول اللہ نے فرمایا۔ میں کل لوا اس شخص کو دونگا۔ جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اسکو دوست رکھتے ہیں۔ جب دوسرا دن آیا۔ تو حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ نے بڑھ کر امیدواری کی۔ مگر حضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر وہ نشان مرحمت کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ رسول اللہ نے لعاب دہن سے آنکھوں کا علاج کر کے نشان ظفر مرحمت فرمایا؛

(۲) حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں بھی ویسا ہی لکھا ہے۔ جیسا طبری سے منقول ہوا۔ ذرا بھی غور کیا جائے۔ تو فراری شیخین ثابت ہونے کے علاوہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ و رسولؐ کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے؛

غزوۂ حنین

صحیح مسلم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور میں حضرت جابر سے روایت ہے۔ کہ بیعت کے جلسہ میں چودہ سو اصحاب تھے۔ سمرہ کا درخت تھا۔ جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی شرط یہ تھی۔ کہ میدان جنگ سے ہرگز نہ بھاگینگے۔ نکث بیعت کی بابت خدا فرماتا ہے۔ فمن نکث فانما ینکث علےٰ نفسہ یعنی جو لوگ اس بیعت کو توڑیں گے۔ وہ اپنے نفس کیلئے برائی کرینگے بعد اس معاہدہ کے پہلا معرکہ خیبر کا پیش آیا۔ جس میں شیخین میدان چھوڑ آئے۔ ازاں بعد معرکہ حنین پیش آیا۔ اس معرکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عباسؓ۔ علیؑ۔ ابوسفیان بن حارث اور ابن مسعود کے سوا کوئی نہ رہا؛

جواب

اس اعتراض میں دو آیتوں سے استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی آیت یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً۔ الخ اور دوسری آیت واذا کانوا معہ علےٰ امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ سے دونوں آیتوں کی بنا پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اصحاب ثلثہ چونکہ لڑائی میں

کافروں کے مقابلہ سے ہمت ہار کر بھاگ گئے۔ اس لئے وہ گنہگار بلکہ نعوذ باللہ جہنمی ہوئے۔ اور ایسے لوگ خلافت نبوت کے شایان نہیں۔ مذکورہ بالا دونو آیتوں میں سے پہلی آیت ایسی ہے جس میں جنگ کے متعلق صریح احکام موجود ہیں۔ اس لئے ہم اسی کے متعلق زیادہ وضاحت کے ساتھ یہاں بحث کرتے ہیں۔ دوسری آیت کا مطلب بھی اسی بحث سے ظاہر ہو جائیگا۔

پس واضح ہو۔ کہ اس آیت میں میدان جنگ سے بھاگنے پر وعید جہنم بیشک موجود ہے۔ مگر اسی آیۃ میں وعید مذکورہ سے متعلق ایک استثنا بھی موجود ہے۔ یعنی الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئۃ اس استثنا میں تین لفظ قابل توجہ ہیں۔ اوّل متحرفاً۔ دوم متحیزاً سوم فئۃ۔ متحرفاً تحرف یا حرفۃ سے نکلا ہے۔ تحرف سے مشتق ہونیکی صورت میں اس کے معنی ہیں جھکنے والا۔ پھر نیوالا۔ کیونکہ تحرف انعطاف اور میل کو کہتے ہیں۔ اور حرفۃ سے مشتق ہونیکی صورت میں اس کے معنی ہیں پیشہ کرنے والا۔ ہنر دکھلانیوالا۔ متحیزاً۔ تحیز سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیوالا۔ فئۃ جماعت غالب کو کہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اور مطلق گروہ اور سردار لشکر کو بھی کہتے ہیں۔ لفظ لقتال مندرجہ آیت میں جو لام ہے۔ اس سے دو فائدے متصور ہیں۔ ایک تو یہ کہ جنگ سے تحرف یا کنارہ کشی حسب موقعہ اسی جنگ میں متحرف کو مفید معلوم ہو دوسرے یہ کہ وہ کنارہ کشی آئندہ جنگ میں مزید استحکام کے ساتھ شرکت کیلئے ہو۔ ان سب صورتوں میں جنگ سے فرار یا کنارہ کشی وعید کا مورد نہیں۔ بلکہ استثنا میں داخل ہے۔

تفسیر ترجمان القرآن میں زیر آیت مذکورہ لکھا ہے "اللہ نے میدان جنگ سے بھاگنے پر وعید آگ کی سنائی۔ مگر اسصورت میں کہ وہ بھاگنا کسی گھات کیلئے یا دوسرے گروہ کی مدد کیلئے ہو۔ مثلاً بھاگنے سے دشمن کے خیال میں یہ ڈالے۔ کہ اس سے ڈر کر بھاگا ہے۔ پھر موقع پر پہنچکر اور پھر کر اسکو قتل کرے۔ کہ اسطرح کا بھاگنا لاباس بہ ہے۔ سعید بن جبیر اور سدی اسی کے قائل ہیں۔ یا ایک سرے سے نکلکر طرف امیر لشکر یا امام اعظم کے جائے۔ کہ اس طرح کا بھاگنا داخل رخصت ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں میں ایک لشکر خرد میں تھا منجملہ لشکر ہائے حضرت کے کہ اتنے میں لوگ یکسو ہو گئے۔ میں بھی انہیں میں تھا۔ جو سب آئے تھے۔ میں نے کہا اب کیا کریں۔ ہم تو لڑائی میں سے بھاگے۔ اور خدا کا غصہ لیکر پھرے۔ اگر شہر میں پہنچ جائیں تو رات وہیں بسر کریں

پھر ہم نے کہا نہیں۔ بلکہ اپنی جانوں کو حضرتؐ پر عرض کریں۔ اگر ہمارے لئے توبہ ہو بہتر۔ جلدی پھر چلدیں۔ ہم نماز صبح سے پہلے پاس حضرتؐ کے آئے۔ حضرتؐ نے نکلکر کہا من القوم یعنی تم کون لوگ ہو۔ ہم نے کہا۔ نحن الفرارون۔ یعنی ہم بھگوڑے ہیں۔ فرمایا۔ لا بل انتم العکارون انا فئتکم وانا فئۃ المسلمین یعنی بلکہ تم مکر حملہ کرنے والے ہو۔ میں تمہارا اور سب مسلمانوں کا گروہ ہوں۔ ہم نے حضرت کا ہاتھ چوما۔ رواہ احمد۔ وھکذا رواہ الترمذی و ابن ماجہ ابن ابی حاتم نے اتنا اور زیادہ کیا ہے۔ کہ پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی او متحیزا الی فئۃ اہل علم نے کہا معنی عکاروں کے یہ ہیں۔ کہ العطافون۔ مشکوٰۃ جلد پنجم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کے صفحہ ۲۰۱ میں حدیث ابن عمر حسب ذیل درج ہے۔

عن ابن عمر قال بعثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سریۃ فحاص الناس حیصۃ فاتینا المدینۃ فاختفینا بھا وقلنا ھلکنا ثم اتینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللّٰہ نحن الفرارون قال بل انتم العکارون وانا فئتکم رواہ الترمذی وفی روایۃ ابی داؤد نحوہ وقال لا بل انتم العکارون قال فدنونا فقبلنا یدہ فقال انا فئۃ المسلمین"۔ ترجمہ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ کہا بھیجا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بیچ ایک لشکر کے پس بھاگے لوگ بھاگنا پس آئے ہم مدینہ میں۔ پس چھپ رہے اس میں اور کہا ہم نے ہلاک ہوئے۔ ہم پھر آئے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا ہم نے یا رسول اللہ ہم ہیں بھاگنے والے فرمایا حضرتؐ نے بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنیوالے ہو۔ اور میں جماعت تمہاری ہوں۔ روایت کی یہ ترمذی نے اور بیچ روایت ابوداؤد کی مانند اسی کے ہے۔ اور فرمایا نہیں بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنے والے ہو۔ کہا ابن عمر نے پس نزدیک ہوئے۔ ہم اور بوسہ لیا ہم نے ہاتھ ان کے کا۔ اور فرمایا۔ حضرتؐ نے میں جماعت مسلمانوں کی ہوں"

اور نیرنگ فصاحت ترجمہ اردو نہج البلاغۃ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صد ۳۸۶ و ۳۸۷ میں لکھا ہے

وصیتّ جناب امیر علیہ السلام

مقام صفین میں دشمن کے مقابل ہونیسے پہلے حضرت نے اپنے لشکر کو یہ وصیت فرمائی۔ جب تک وہ ابتدا نہ کریں۔ تم ہرگز ان سے جنگ نہ کرنا۔ . . . . لڑائی کے وقت حضرت اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔ دو تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی

کیطرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر ہو۔ اگر بر تقدیر تم ایک مرتبہ بھاگ نکلو۔ اور لڑائی سے پلٹ آؤ۔ تو اس سے تمہیں تنگدل نہ ہونا چاہیئے اپنی تلواروں کو ان کا حق عطا کر دو۔ اور کشتگان شمشیر کے گرنے کے مقام کے لئے دشمن کے پہلوؤں کو مہیا کر دو۔

ان دونوں حوالوں سے روز روشن کیطرح ظاہر ہے۔ کہ سنّی و شیعہ ہر دو فریق کے نزدیک یہ امر متفق علیہ ہے۔ کہ میدان جنگ یا مقابلہ کفار سے فرار اگر اس نیت سے ہو۔ کہ جماعت اہل اسلام یا سرلشکر اسلام سے جا ملے۔ یا اس نیت سے کہ حسب موقع کفار پر مکرر حملہ کرے۔ تو ایسا شخص فی الحقیقت فرار نہیں بلکہ عطاف وکرار یا عکار ہے۔ اور اسکا یہ فعل موجب معصیت و ملامت نہیں۔ بلکہ وہ فعل رخصت بحکم پروردگار ہے۔

اب ہم ان روایتوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جو معترض نے پیش کی ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ ان روایتوں کے متعلق بحث شروع کریں۔ چند اصول حدیث و تفسیر وغیرہ کا بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) کسی آیت کی تفسیر وہ معتبر سمجھی جائیگی۔ جو دوسری آیات قرآن کریم و احادیث صحیحہ کے مخالف نہ ہو۔

(۲) متشابہات قرآنی کی وہ تفسیر مقبول ہوگی۔ جو محکمات قرآنی کے تابع ہو۔

(۳) حدیث اسوقت صحیح سمجھی جائیگی۔ جب وہ آیات قرآنی کے مطابق اور سالم عن المعارض اور محفوظ عن الشذوذ ہو۔

(۴) احادیث و اخبار کے متعلق عموماً اور متعلق مطاعن صحابہؓ خصوصاً یہ امر بھی ضروری ہے کہ راوی اس کا مذہب اہلسنت کا مخالف نہ ہو۔

(۵) قانون روایت کے علاوہ قانون درایت کے مطابق بھی حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے

(۶) جو حدیث عقل یا نقل یا اصول یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے مخالف ہو وہ موضوع ہے۔

(۷) اگر کوئی حدیث، دیگر احادیث صحیحہ، اور قطعیہ کے مخالف ہو۔ تو حتے الامکان وہ قابل تاویل ہوگی۔ ورنہ اس کے راوی کاذب سمجھے جائینگے۔

(۸) احادیث احاد عقاید میں حجت نہیں۔ اور جو اخبار احاد کتاب اللہ و سنت متواترہ متواترہ

متعاملہ و اجماع اہلسنت اور مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام ہوں۔ وہ ہرگز مقبول نہ ہونگی"

(۹) علامہ عبدالرؤف مناوی "فیض القدیر شرح جامع صغیر" میں لکھتے ہیں۔ قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونۃ بالاحادیث الموضوعۃ یعنی ابن کمال کا قول ہے۔ کہ تفسیر کی کتابوں میں احادیث موضوع بھری ہوئی ہیں۔ پس جب تک کوئی حدیث یا روایت مندرجہ تفسیر اصول روایت و درایت کے مطابق صحیح ثابت نہ ہو۔ قابل تسلیم نہیں"

(۱۰) تاریخ کی کتابوں میں بہت سی لغو و باطل روایات و ہمیات قصص و حکایات بھری ہوئی ہیں۔ اسلئے تاریخ کی کتابیں علی العموم بغیر تنقید کے اعتبار کے لائق نہیں"

یہ اصول جو بیان کئے گئے۔ سنیوں کے مسلک پر ہیں۔ شیعوں کے بیان کردہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولوی دلدار علی صاحب مجتہد لکھنوی نے صوارم میں جو امامیہ مذہب کے اصول بیان کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امامیہ اصول و اعتقادات میں یقین حاصل کرتے ہیں۔ اور ظن و تقلید کو اصول دین میں جائز نہیں رکھتے۔ ... خبر واحد کو گو بواسطہ ثقات مروی ہو۔ اعتقادات میں حجت اور کافی نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی خبر بظاہر خلاف ہو۔ اس امر کے جس پر اجماع منعقد ہوا ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ وہ خبر یا اولی ہوگی یا مطروح۔ اسی اصل کی بنا پر وہ ان روایات کو جو زرارہ اور ہشام وغیرہ کی مذمت میں ہیں۔ مردود اور غلط سمجھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ بلاشبہ کچھ حدیثیں ہمارے مذہب میں ایسی ہیں کہ جن سے ایسے بزرگوں کا مقدوح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ راوی اس قسم کی اخبار کے ضعیف اور مجروحین تھے۔ اور نیز اس قسم کی حدیثیں ان حدیثوں کے معارض ہیں۔ جو نہایت قوی ہیں اور جن پر امامیہ کا اجماع ہے۔ اسلئے ہمارے علماء نے اس قسم کی حدیثوں کو معرض اعتبار سے ساقط سمجھا ہے۔ اور پھر یہ فرماتے ہیں۔ کہ عقل اس بات پر شاہد ہے۔ کہ باوجود اخبار جرح کے جو ایسے بزرگوں کے حق میں بیان کئے گئے ہیں ہمارے علماء کے عقیدہ میں جو ان بزرگوں کی جلالت شان کی بابت ہے۔ کچھ خلل نہ ہو۔ اور کسی نے باوجود مشاہدہ کثرت اختلافات کے ان کا خلاف نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا سبب صرف یہ ہے۔ کہ انکی بزرگی و کمال کا آفتاب ان کی نظروں میں روشن تھا"

(۲) سید محمد صاحب مجتہد لکھنوی نے ضربت حیدریہ میں ان روایات کو جو مثالب کے معائب میں

ہیں۔ مخالف اجماع اور معارض روایات متواترہ قرار دیکر ان روایات کو محتمل الطرح یا ماول ٹھہرایا ہے؛

(۳) مخدومی نواب محسن الملک مرحوم اٹاوی کی کتاب آیات بینات جلد اجزاول کے جواب میں لکھنؤ کے ایک شیعہ مولوی خادم حسین نے رمی الجمرات نام کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کے حوالجات مندرجہ ذیل قابل توجہ ہیں؛

رمی الجمرات جلد ا صـ۱۶۲ میں لکھا ہے۔ سینکڑوں حدیثیں صحاح ستہ کی ہمارے علماء نے بغرض صحیح اپنی کتب میں مندرج کی ہیں۔ اور بمقتضائے آنکہ نقل کفر کفر نباشد۔ مصدق اس کے نہیں ہیں۔ آپ کو لازم تھا۔ کہ پہلے ان دونوں روائتوں کی تصدیق کلام سے ہمارے علماء کے ثابت کرتے۔ تب اوسکو مقام استدلال میں لاتے؛

رمی الجمرات جلد ا صفحہ ۲۱۵/۲۱۶ " کتاب غیر مشہور کی توثیق کلام علماء سے لازم تھی بعد اس کے ضرور تھا۔ اسکا ثابت کرنا کہ صاحب کتاب مصدق روایت ہے۔ کیوں نہیں جائز ہے۔ کہ اس روایت کو اہلسنت سے نقل کیا ہو۔ اور مصدق اس کا نہ ہو۔۔۔۔۔ تو ہم جواب اس کا یوں دینگے۔ کہ چونکہ مخالف سینکڑوں احادیث اور آیات کے ہے۔ جو مذمت ثلاثہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور مخالف مجمع علیہ امامیہ کے اور موافق مذہب عامہ کے ضرور ہے۔ کہ محمول بر تقیہ ہوئے؛

رمی الجمرات جلد ا صفحہ ۲۷۹ میں لکھا ہے۔ "حدیث روضہ کلینی اخبار احاد سے ہے۔ جو مقام اعتقاد میں بکار آمد نہیں ہے اور دیگر روایات مطابق اس کے نہیں ہیں اور یہ روایت موافق عامہ بھی ہے۔ اور اصل اس روایت کی اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہے۔۔۔ پس محمول علی التقیہ بھی ہو سکتی ہے۔

رمی الجمرات جلد ا صـ۲۹۳ میں لکھا ہے۔ "روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے"؛

رمی الجمرات جلد ۲ صـ۲۰۶ میں لکھا ہے۔ "سینکڑوں حدیثیں موافق سنیوں کے ہماری کتب میں تقیتہً وارد ہیں۔ لیکن چونکہ آیات اور روایات قطعیہ اور مجمع علیہ ہمارے اصحاب کے خلاف ہیں۔ اور موافق مذہب عامہ ہیں۔ ہم انکو متروک اور محمول علی التقیہ کرتے ہیں؛

اسی جلد کے صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے۔ "شاہ جی نے تحفہ مسروقہ میں جو جوابات بحوالہ سیر و تواریخ مجہول الاسم مثل کہانیوں شاہنامہ کے دئے ہیں۔ وہ مقابلہ میں احادیث اور کتب معتبرہ کے چل نہیں

سکتے ہیں "

اسی جلد کے صفحہ ۴۴۴ میں لکھا ہے۔ متشابہات کی تاویل طرف محکمات کے کرنا شائع و ذائع بین الفریقین ہے "

پھر اسی جلد کے صفحہ ۴۳۹ میں لکھا ہے۔ "اول آپ کو ضرور تھا۔ کہ تواتر اس حدیث کا اقرار شیعہ سے ثابت کرتے۔ تب اس سے استدلال فرماتے۔ کیونکہ مدار اعتقاد شیعہ اوپر متواترات کے ہے۔ نہ اوپر اخبار احاد کے ہے۔ پس اگر کوئی حدیث خلاف احادیث متواترہ ہو۔ تو شیعہ اسکو قابل الطرح یا قابل التاویل مثل آیات تشبیہ و تجسیم جانینگے۔ پھر آپکا استدلال شیخ چلی کا خیال ٹھہر جائیگا "

اس تمہید کے بعد اب ہم ان روایات کے جواب عرض کرتے ہیں جو شیعہ صاحب کیطرف سے پیش ہوئی ہیں "

غزوہ احد

جواب روایت (۱) مورخ طبری محمد بن جریر نامی ایک شیعہ ہے جسکی تصنیفات سے ایضاح المسترشد وغیرہ کتابیں ہیں۔ دوسرا محمد بن جریر طبری سنی شافعی ہے۔ اس کی تاریخ کو تاریخ کبیر کہتے ہیں۔ معترض صاحب نے اگر شیعہ کی کتاب سے یہ روایت پیش کی ہے تو وہ اہلسنت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی۔ سنی کی کتاب سے روایت پیش کی ہے تو واضح ہو۔ کہ روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد صہ ۲۹۳) پھر یہ روایت از قسم احاد ہے۔ جو عقاید میں حجت نہیں۔ یہ روایت دیگر احادیث صحیحہ کے بھی معارض ہے۔ اسلئے بھی حجت نہیں۔ بفرض صحت روایت مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ میدان جنگ میں جب مومنین مختلف مقامات پر کفار سے لڑ رہے تھے۔ ناگہاں یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ ایسی صورت میں عاشقان رسول اللہ صلعم کے دلوں کو جو صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ وہ عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں۔ اس پریشانی کے عالم میں اگر بعض مومنین جنگ سے رک کر یہ مشورہ کرنے میں مشغول ہو گئے ہوں۔ کہ اب لڑائی جاری رکھنا چاہیئے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی جو خبر مشہور ہوئی ہے۔ اس کی تحقیق کرنی چاہیئے۔ اور اگر یہ خبر خدانخواستہ صحیح نکلے۔ تو پھر چونکہ بغیر سردار اور امام کے

مناسب نہیں کسی امیر یا امام کے نصب کے بعد حسب مصلحت وصوابدید اہل اسلام اسی وقت جنگ قائم رکھی جائے۔ یا اسوقت طرح دیگر کسی اور وقت پر شروع کیجائے تو ان مومنین کا یہ فعل قرآن وحدیث وعقل سلیم کے نزدیک ہرگز قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ فی الحقیقت آیہ کریمہ متحیزاً الی فئة کی ایک لطیف تفسیر ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ انس بن نضر جو باوجود اس خبر سننے کے اعدائے دین سے لڑکر شہید ہو گئے۔ اُنکی نسبت کیا کہا جائیگا۔ تو جواب اس کا یہ ہے۔ کہ انس بن نضر کا یہ ذاتی اجتہاد تھا جسکی پابندی اور اہل الرائے پر لازمی نہ تھی۔ حضرت عمر فاروق کی رائے صائب اور مشورہ مناسب کا نیک نتیجہ اوسیوقت ظاہر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر غلط ثابت ہوئی۔ حضرت عمر اور دیگر صحابہ کو زیارت نبوی اور مکرر جان نثاری کا موقع ملا۔ جس سے اسلامی شکست تقریباً فتح یا مساوی التوائے جنگ سے مبدل ہو گئی۔ اور آئندہ اسلامی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ پس شیعہ صاحب کا اعتراض محض لغو و بے بنیاد ہے۔

جواب روایت (۲) یہ روایت بھی اسی طبری کی ہے اور اسپر بھی وہی اعتراض ہے جو روایت اول کے مطابق لکھا گیا۔ علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں حجت نہیں۔ اور احادیث صحیحہ کے معارض ہے۔ بفرض صحت روایت بمضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو مسلمان اس لڑائی میں مسلمانوں کی شکست دیکھ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سنکر بھاگ گئے۔ اور پھر آپ کے زندہ ہونیکی خبر پاکر خدمت نبوی میں قتال کفار کیواسطے حاضر ہو گئے۔ ان پر آیہ کریمہ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئة کے مطابق کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ رہی یہ بات کہ حضرت رسالت مآب آوازیں دے رہے تھے۔ کہ بندگان خدا کہاں جاتے ہو میری طرف آؤ۔ مگر بعض صحابہ پھر بھی بھاگ گئے اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اعتراض اسوقت ہوسکتا ہے۔ جب پہلے یہ ثابت کردیا جائے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک سن لی تھی۔ اور کفار کیطرف سے آنحضرت تک ان کے پہنچنے میں کوئی روک نہ تھی۔ مگر اسے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان کتب سیر و تواریخ میں لکھا ہے کہ غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی فتح کے بعد ناگہاں شکست کی نوبت پہنچی۔ اور آنحضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو اسوقت مسلمانوں میں

اسقدر بدحواسی چھائی۔ کہ حذیفہؓ کے باپ کو جو مسلمان تھے۔ خود مسلمانوں نے قتل کر دیا۔ حالانکہ حذیفہؓ چلا چلا کر کہتے رہے۔ کہ میرا باپ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح زندگی میں سب سے قدیم کتاب "سیرۃ ابن ہشام ہے۔ جسمیں غزوہ احد کے بیان میں لکھا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مسلمانوں کی شکست اور لوگوں میں حضورؐ کے قتل کی خبر مشہور ہونیکے بعد جس شخص نے اول آپ کو دیکھکر پہچانا۔ وہ کعب بن مالک تھے۔ یہ کہتے ہیں۔ میں نے خود میں سے حضورؐ کی دونوں آنکھیں چمکتی ہوئی دیکھکر آپ کو پہچانا۔ اور پکار کر آواز دی۔ کہ اے معشر مسلمین خوش ہو جاؤ۔ یہ رسولخدا صحیح و سلامت موجود ہیں۔ حضورؐ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے حضورؐ کو پہچان لیا۔ سب آپؐ کی طرف آنے شروع ہوئے۔ اور آپؐ ان کو لیکر گھاٹی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپؐ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ بن خطاب اور حضرت شیر خدا علی مرتضےٰؓ اور طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام اور حرث بن صمہ وغیرہ بہادران صحابہؓ حاضر تھے ... ابن اسحاق کہتے ہیں حضورؐ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے تھے۔ جو کفاروں کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کیا۔ اور ان کفاروں میں خالد بن ولید بھی تھا۔ حضورؐ نے اس وقت دعا کی کہ اے اللہ یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں۔ اور عمرؓ بن خطاب نے چند مہاجرین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا۔ اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا۔

سیرۃ ابن ہشام مؤلفہ علامہ ابو محمد عبد الملک بن محمد بن ہشام کا اردو ترجمہ مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور صہ ۲۹۷-۲۹۸۔ اس کے مطابق تاریخ طبری میں لکھا ہے۔ ونھض نحو الشعب معہ علی بن ابیطالب وابوبکر بن ابی قحافہ وعمر بن الخطاب وطلحہ بن عبید اللہ والزبیر بن العوام والحرث بن الصمہ فی وھط من المسلمین طبری جلد ۲ مطبوعہ لیڈن صہ ۱۴۰۷

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب نے اسوقت حسان بن ثابت سے فرمایا۔ اے ابن فریعہ تم سن رہے ہو۔ کہ ہندہ پتھر پر چڑھی ہوئی کیا کیا ہجو کر رہی ہے اور حضرت حمزہ کی لاش کے ساتھ جو جو گستاخیاں اس نے کی ہیں۔ ان کے گیت بنا کر گا رہی ہے۔ تم اسکو جواب

کیوں نہیں دیتے؟ (سیرۃ ابن ہشام مترجم صہ ۳۰۱)

تلخیص الصحاح میں غزوہ احد کے متعلق براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔ کہ اسدن ہم مشرکوں سے ملے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کا ایک لشکر (پہاڑ کے ناکے پر) بٹھایا اور عبد اللہ بن جبیر کو ان پر سردار کیا۔ اور فرمایا۔ کہ تم اپنے مکان سے نہ ہٹو۔ اگرچہ تم ہمکو دیکھو۔ کہ ہم کافروں پر غالب ہوئے۔ اور تم اپنی جگہ سے نہ ہٹیو اگرچہ تم کافروں کو دیکھو۔ کہ ہم پر غالب ہوئے۔ سو ہماری مدد نہ کرنا۔ پھر جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا۔ تو کافروں کو شکست ہوئی۔ یہانتک کہ مینے عورتوں کو دیکھا۔ کہ پہاڑ میں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے دوڑتی ہیں۔ ان کی پازیبیں کھلی ہیں۔ اور کہنے لگے۔ غنیمت لو غنیمت لو۔ عبد اللہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد کیا ہے۔ کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹو۔ انہوں نے نہ مانا۔ پھر جب انہوں نے کہنا نہ مانا۔ تو اللہ تعالٰے نے ان کے منہ پھیر دئے یعنی جب ناکہ خالی ہوگیا۔ تو کافر ادہر سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور ان میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔ تو ابوسفیان نے جھانکا اور کہنے لگا۔ کہ کیا مسلمانوں کی قوم میں محمدؐ موجود ہیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو جواب مت دو۔ پھر اس نے کہا۔ کہ کیا مسلمانوں میں ابی قحافہ کا بیٹا یعنی ابوبکرؓ ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب مت دو۔ پھر اس نے کہا۔ کہ کیا قوم میں عمرؓ بن خطاب موجود ہے۔ سو ہم سے کسی نے اس کو جواب نہ دیا۔ تو ابوسفیان نے کہا۔ کہ یہ لوگ مارے گئے اور اگر زندہ ہوتے۔ تو جواب دیتے۔ تو عمرؓ فاروق نہ رہ سکے۔ (بول اٹھے) سو انہوں نے کہا۔ کہ اے دشمن اللہ کے۔ تو جھوٹا ہے۔ اللہ نے زندہ رکھے ہیں وہ لوگ جو تجھکو ذلیل کریں۔ تو ابوسفیان کہنے لگا۔ اونچا ہوا ہے ہبل (ایک بت کا نام ہے) تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کہ ہم کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو۔ اللّٰہ اعلٰی واجل یعنی اللہ سب سے اونچا اور بزرگتر ہے تو ابوسفیان نے کہا۔ کہ ہمارے لئے عزّی (بت کا نام ہے) ہے۔ اور تمہارا کوئی عزی نہیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کہ ہم کیا کہیں فرمایا۔ کہ کہو۔ ہمارا مولٰے اللہ ہے۔ اور تمہارا

کوئی مولےٰ نہیں۔ ابو سفیان نے کہا۔ کہ یہ دن بدلے دن بدر کے ہے۔ اور لڑائی مثل ڈول کے ہے۔ اور تم بعض قومی ناک کان کٹا پاؤگے۔ نہ مینے اس کا حکم کیا ہے۔ اور نہ مجھکو برا لگتا ہے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو برابر نہیں۔ ہمارے مقتول مردے بہشت میں داخل ہونگے۔ اور تمہارے مقتول آگ میں داخل ہونگے۔ بخاری اور ابو داؤد اس کے راوی ہیں۔ اس کے قول تک کہ مجھکو برا نہیں لگتا۔ اور باقی رزین نے روایت کی ہے۔ (تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور۔

تواریخ حبیب اللہؐ میں غزوہ احد کے متعلق لکھا ہے۔ کہ "بعد رونق افروزی آپؐ کے مدینہ طیبہ میں خبر پہونچی۔ کہ ابو سفیان بعد پھرنے کے پشیمان ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ غلبہ ہمنے پایا تھا۔ محمدؐ کا کام کیوں تمام نہیں کیا۔ اب وہ مع لشکر پھر آتا ہے۔ آپؐ نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا۔ کہ لشکر بتعاقب ابو سفیان روانہ ہو اور خود بنفس نفیس مع لشکر روانہ ہوئے۔ اور ان ہی لوگونکو ہمراہ لیا۔ جو شریک غزوہ احد تھے۔ باآنکہ وہ لوگ خستہ اور زخمی تھے۔ حسب الحکم بروانگی روانہ ہوئے۔ آیہ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم ط ان کی شان میں ہے۔ ابو سفیان نے جب یہ حال سنا۔ ڈر گیا اور ہمراہیوں نے اس کے کہا کہ نام فتح کا ہوگیا ہے۔ پھرنے میں کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ بات الٹ جائے ابو سفیان نے مدینہ کیطرف رُخ نہ کیا۔ اور بعجلت مکّہ کو روانہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند منزل تعاقب کرکے باشوکت وعظمت مدینہ طیبہ کو واپس لائے منزل حمراء الاسد تک آپؐ تشریف لیگئے تھے لہذا یہ سفر حمراء الاسد کہلاتا ہے۔ (تواریخ حبیب اللہؐ مطبوعہ مطبع محمدی کانپور ۷۶۔ ۷۷)

اسی موقعہ پر شمس التواریخ میں لکھا ہے کہ امام بخاری باب المغازی میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ستّر مسلمان جن میں صدیق اکبرؓ بھی شامل تھے۔ ان کا تعاقب کرنے کو گئے تھے۔ (شمس التواریخ۔ خلافت صدیق۔ مطبع لامع النور آگرہ۔ صلے۴۶)

حوالجات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ غزوہ احد میں شیخینؓ میدان جنگ سے ہرگز فرار نہیں ہوئے!

جواب روایت نمبر ۳۔ تیسری روایت جو معترض نے پیش کی ہے۔ وہ بھی طبری ہی کی ہے۔

طبری کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں۔ وہ اس موقعہ پر بھی پڑھ لیا جائے۔ اور اس روایت کے متعلق یہ گذارش ہے۔ کہ یہ روایت سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر کی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور جہانتک شیخین رضی اللہ عنہ کا اس روایت سے تعلق بیان کیا جائے۔ وہاں تک یہ روایت سراسر موضوع و باطل و معارض روایات صحیحہ ہے۔ اس لئے ہمیں تسلیم نہیں ؎

جوابات روایت نمبر ۴ ۔ یہ امر مسلّمہ ہے۔ کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست دیکھکر اور آنحضرتؐ کی خبر شہادت سُنکر حضرت عثمانؓ مدینہ بھاگ گئے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے زندہ ہونے کی خبر سُنکر پھر حضور رسالت مآبؐ میں حاضر ہو گئے۔ مگر یہ واقعہ معترض کے لئے کچھ فائدہ بخش نہیں۔ کیونکہ مقابلہ کفار سے مطلق فرار قرآنی تعلیم کے مطابق ممنوع نہیں بلکہ بعض قیود کے ساتھ ممنوع ہے۔ اور بعض قیود کے ساتھ لاباس بہ ہے۔ پس تقریب دلیل معترض ناتمام ہے مفصل جواب پہلی روایت کے جواب میں ہم لکھ چکے ہیں۔ حاجت اعادہ نہیں ؎

جواب روایت ۵ ۔ تفسیر کبیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اسلئے ہم اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے۔ مان بھی لیا جائے کہ اس مضمون کی روایت تفسیر کبیر میں موجود ہے تاہم روایت امر دیگر ہے اور تصدیق روایت امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد ا صفحہ ۲۹۳) تصدیق بھی فرض کر لیجائے۔ تو بھی اس روایت سے معترض کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس روایت میں بھی مطلق مطلق بھاگنا اور پھر حضرت نبوی میں حاضر ہونا لکھا ہے۔ اور یہ امر بنیاد اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ؎

جواب روایت ۶ ۔ تفسیر درمنثور سیوطی کی عبارت بھی نقل نہیں کیگئی۔ صرف ترجمہ خلاصۃً درج کیا گیا ہے۔ اسلئے ہم یہ روایت تسلیم نہیں کرتے۔ مان بھی لیا جائے کہ اس مضمون کی کوئی روایت تفسیر درمنثور میں موجود ہے تو روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد ا صفحہ [illegible]) کیوں نہیں جائز ہے۔ اس روایت کو اہل تشیع سے نقل کیا ہو۔ اور مصدق اسکا نہ ہو۔ (قاعدہ ۵ مندرجہ رمی الجمرات جلد ا صفحہ ۲۱۵-۲۱۶) یہ روایت معارض احادیث صحیحہ و مخالف اجماع اہلسنت ہے اسلئے بھی قابل تسلیم نہیں۔ معترض صاحب اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ تو اس میں سب کا فرار ہونا لکھا ہے۔ اور سب میں حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ مقبولین اہل تشیع بھی داخل ہیں۔

فما ھو جوابکم فھو جوابنا - بالآخر گذارش ہے - کہ اصل واقعہ وہی ہے - جو سیرہ ہشام صفحہ ۲۹۷ و ۲۹۸ سے ہم پہلے دکھلا چکے ہیں - کہ حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے تھے - جو کفاروں کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کیا - . . . اور عمرؓ بن خطاب نے چند مہاجرین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا - اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا - کفار جب اسطرح بھاگ گئے - تو حضرت عمرؓ تھوڑی دیر چڑھکر کسی جگہ سے اگر انکو جھانک کر دیکھتے ہوں - کہ وہ بھاگ کر چلے گئے یا پھر حملہ کرنیوالے ہیں - تو یہ بات کمال خیر خواہی اسلام پر دلالت کرتی ہے - اس پر اعتراض وہی شخص کر سکتا ہے - جو دشمن اسلام ہو ۔

کتاب ترجمہ مغازی الرسول حصہ اول مطبع منشی نولکشور صفحہ ۲۱۹ میں لکھا ہے - اور کہا رافع بن خدیج راوی نے - پھر اسوقت رسولخداؐ نے ہم لوگوں کو طلب کیا - اور قتال و جہاد پر آمادہ کرنے لگے - اور میں دیکھتا تھا - کہ فلاں و فلاں یعنی لوگوں کو کہ قلعہ کوہ پر چڑھے جاتے ہیں - تب اسوقت شیطان نے صیحہ کیا - کہ محمدؐ قتل ہوئے - یعنی اسلیئے کہ مسلمان مغرور ہو جائیں چنانچہ عمرؓ کہتے ہیں - کہ میں اسوقت آگے بڑھا - اور جبل پر مثل بزکوہی کے چڑھ گیا - پھر میں رسول خدا کی خدمت میں پہنچا - اس وقت وہ فرمارہے تھے - وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ط - اب سیرۃ ابن ہشام کی روایت اور مغازی الرسول وغیرہ کی روایتوں کو ملا کر پڑھنے اور غور و فکر سے کام لینے سے یہ بات روز روشن کیطرح ظاہر ہو جاتی ہے - کہ حضرت عمرؓ گھاٹی سے کافروں کو مار کر بھگانے کے بعد یہ دیکھتے بھالتے کہ مغرور کفار لوٹکر حملہ تو نہیں کرنا چاہتے حضرت رسولخداؐ کی خدمت میں وہاں پہنچ گئے - جہاں آپؐ وہ گھاٹی چڑھکر پہلے پہونچ گئے تھے - اور دیگر مسلمان پہاڑ پر آنحضرتؐ کی تشریف فرما ہونیکی خبر پاکر قلہ کوہ پر اسی غرض سے چڑھ گئے تھے - پس حضرت عمرؓ کا بلندی کو ہسار پر چڑھنا جنگ سے فرار نہ تھا - بلکہ قلبی شجاعت اور فن جنگ کی لیاقت کا اظہار بغرض تلاش سید الابرار بسبب اشتیاق دیدار رسولؐ مختار تھا مگر کسی نے سچ کہا ہے ؎ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است معلوم ہوتا ہے - کہ اسی واقعہ کو سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر نے تراش خراش کر کے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے - اور سیوطی نے اسے تقیہ تحریف کے دام میں پھنسکر بالغرض تردید تفسیر میں درج کر دیا ہے

جواب روایت ۷ - تاریخ خمیس کی عبارت بھی نقل نہیں کی گئی - صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے - اس لئے ہم اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے - مان بھی لیا جائے - کہ اس مضمون کی روایت تاریخ خمیس میں موجود ہے - تاہم روایت امر دیگر ہے - اور تصدیق روایت امر دیگر ہے - (رمی الجمرات جلد ۱ صـ ۲۹۳) تصدیق بھی فرض کر لیجائے - تو بھی اس روایت سے معترض کا مدعا ثابت نہیں ہوتا - کیونکہ لڑائی میں مشغول ہونیکا حکم مومنین کو خود حضرت رسولخدا صلعم نے دیا تھا - اور لڑائی کسی کوٹھڑی میں نہیں ہوتی تھی - بلکہ ایک وسیع میدان میں متصل جبل احد ہوئی تھی - پھر لڑائی میں مشغول ہونیوالے حضرت رسولخدا کے پاس ہر وقت کیسے رہ سکتے تھے - سوائے ان لوگوں کے جنکو حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے پاس بطور باڈی گارڈ کے رکھا ہو - ایسی صورت میں وہ مومنین جو بحکم رسالت مآب آپ کو بہیڈکوارٹر پر چھوڑ کر کفار سے قتال میں مصروف ہوں - کیونکر قابل اعتراض ہو سکتے ہیں - بالفرض اگر یہ بات قابل اعتراض ہے - تو اس اعتراض سے حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ مقبولین شیعہ بھی کسی طرح بچ نہیں سکتے - کیونکہ وہ بھی آنحضرت کو چھوڑ کر چلے گئے تھے - معلوم ہوتا ہے - کہ شیعوں کے نزدیک جان نثاری کے ساتھ آنحضرتؐ کی حکم کی تعمیل بھی قابل اعتراض بات ہے - استغفراللہ! روایت کا ماحصل یہ ہے - کہ وہ مومنین جو قتال کفار میں مصروف تھے - ناگہاں حضرت رسول خداؐ کے قتل کی خبر سنکر اوس مقام کیطرف دوڑے - جہاں حضرتؐ رونق افروز تھے - ان میں حضرت ابوبکرؓ کا نمبر اول تھا - پس یہ امر تو موجب فضیلت ابوبکرؓ ہے - نہ جائے اعتراض و وجہ ملامت؟

جواب روایت ۸ - روضۃ الصفا کی یہ روایت محض لغو ہے - ہم اسے تسلیم نہیں کرتے احادیث صحیحہ اس کے معارض موجود ہیں - علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے - جو عقائد میں حجت نہیں - صاحب روضۃ الصفا کا اہلسنت سے ہونا بھی ہمکو مسلم نہیں - خود صاحب روضۃ الصفا نے اس روایت کو وثوق کے ساتھ نہیں لکھا - بلکہ اس روایت کی نسبت واللہ اعلم بصحتہ کہا ہے - چنانچہ عبارت روضۃ الصفا جلد دوم صـ ۱۰۸ حسب ذیل ہے:-

ودر بعضے روایات آمدہ واللہ اعلم بالصحتہ ۔ بدیں اسید وہب از عبداللہ بن مسعود پرسید
کہ چناں شنیدہ ام کہ در روز احد بغیر از علی و ابودجانہ و سہل بن حنیف کسے نزد پیغمبر نماندہ بود
بعد از ساعتے عاصم بن ثابت و طلحہ بن ثابت آمدہ در خدمت خیر البشر کمر بستہ بودند ۔ آیا ایں
خبر بیان واقع است ۔ گفت بلے ۔ وے پرسیدم ۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کجا بودند ۔ گفت ایشاں
نیز بگوشہ رفتند ۔ و در روز سوم از جنگ بخدمت آں سرور فائز شدند ۔ حضرت رسولؐ فرمود
کہ بد رستیکہ دریں واقعہ بعرض رفتہ اند ۔ یہی روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۰ میں کشف الغمہ
سے جو روایت نقل کی ہے ۔ وہ روایت زیر بحث کی تردید کیلئے کافی ہے ۔ اور وہ روایت
یہ ہے ۔ کہ ویو در کشف الغمہ مسطور است ۔ کہ چہاردہ کس از اصحاب نزد آں قدوۂ احباب
ماندند ۔ ہفت تن از انصار و ہفت تن از مہاجراں علیؓ و ابوبکرؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف و
سعد بن ابی وقاص و طلحہ و زبیر و ابوعبیدہ جراح ۔ و از انصار خباب ابن المنذر ۔ و
ابودجانہ و عاصم بن ثابت و حارث بن سہل ۔ و اسید بن حضیر ۔ و سعد بن عبادہ ۔ و
محمد بن مسلمہ ۔ و ہر یک از ایشاں بدفع جمعے از مشرکان قیام مے نمودند ۔ و باوجود کثرت
اعدا بعنایت حق عز و علا آسیبے بجانب ہیچ یک از انہا نرسید ۔"

اور صفحہ ۱۱۵ میں لکھا ہے ۔ "چوں مخالفاں را داعیہ بازگشتن بمکہ پیدا شد ۔ خواستند کہ
بیقین معلوم کنند ۔ کہ خواجہ کائنات در زمرہ احیاست ۔ یا از جملہ اموات است ۔ ابوسفیان
نزدیک بکوہ آمدہ فریاد برآورد ۔ کہ آیا محمدؐ درمیان شما ہست ۔ اصحاب بفرمودہ سرور احباب
جواب ندادند ۔ باز نعرہ زد ۔ کہ پسر ابی قحافہ درمیان قوم ہست ؟ ایں نوبت نیز جواب نگفتند ۔
چوں نوبت سوم از فاروق پرسید ۔ ہیچ جواب نشنید ۔ روے بہم کیشاں خود آوردہ گفت
جمیعے را کہ نام بردم ہمہ کشتہ شدند ۔ چہ اگر زندہ مے بودند ۔ جواب میدادند ۔ ازیں سخن
عمر بے طاقت شدہ گفت ۔ اے دشمن خدا دروغ گفتی ۔ چہ آنہا کہ ترا از حیات ایشاں کراہت
مے آید ۔ زندہ اند ۔

اور صفحہ ۱۱۶ میں لکھا ہے ۔ "چوں خبر عزیمت مخالفان در معاودت بمسامع علیہ رسید ۔
سرور عالمیان خواست ۔ کہ رعب و خوف در دل دشمناں انداز دو داند ۔ کہ اہل اسلام را

شوکت باقی است۔ لاجرم در یوم الاحد کہ روز پسیں واقعہ احد بود۔ فرمود تا بلال منادی کرد۔ کہ رسول خدا مے فرماید۔ کہ بطلب دشمناں بشتابید و باید کہ بغیر از حضار معرکہ احد بیروں نیایند۔ اشراف مہاجر و اعیان انصار کہ فرمان رسول خدا شنیدند۔ باآنکہ اکثر جراحات متعدد داشتند۔ کمر انقیاد بمیاں بستند۔ و حضرت مقدس نبوی سلاح پوشیدہ بر سر راہے ایستادہ تا حامیان حوزہ اسلام باو ملحق شدند۔ و در شان سالکان طریق ایں آیہ نازل شد۔ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم و بغیر از جابر بن عبد اللہ انصاری کہ در تخلف از حرب عذرے مسموع مقبول گشت۔ ہیچکس را از موافقان رخصت نداده علم خود را بحضرت علیؓ داد۔ و بعضے گویند۔ کہ بابوبکرؓ تفویض فرمودہ تا بحمراء الاسد رفت ۔

جواب روایت ۹ ۔ حبیب السیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ نہ ترجمہ لکھا گیا۔ خلاصہ کسی روایت کا اپنے خیال کے مطابق یہ لکھا ہے۔ کہ حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں۔ پھر یوں طعنہ زنی کی ہے۔ "کیئے یہ کیسے ایماندار مہاجرین و انصار تھے؟" معترض صاحب کو چاہئے۔ کہ پہلے اپنے اعتراض کو ثابت کر دکھائیں۔ پھر شوق سے طعنہ زنی فرمائیں۔ یہ مثل مشہور ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ ہاں اعتراض کرنے کے وقت جناب امیرؓ کے اس کلام حکمت نظام کو خوب مد نظر رکھیں "تم پروہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی کی طرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مد نظر ہو۔ (نہج البلاغۃ مترجم صد ۳۸۶-۳۸۷)

جواب روایت ۱۰ ۔ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں حجت نہیں۔ مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ قتادہ کہتے ہیں۔ مسلمان بھاگے۔ اچھا مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ میں بھاگا۔ یہ بھی مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ فاذا عمر بن الخطاب فی الناس۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ پس ناگہاں عمر بن خطاب لوگوں میں آموجود ہوئے۔ یا دکھلائی دئے۔ ان الفاظ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ عمر بن خطابؓ بھی لڑائی سے بھاگے تھے۔ آگے چلکر قتادہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ یم لوگوں کا۔

شوکت باقی است۔ لاجرم در یوم الاحد کہ روز پسیں واقعہ احد بود۔ فرمود تا بلال منادی کرد۔
کہ رسول خدا مے فرماید۔ کہ بطلب دشمناں بشتابید و باید کہ بغیر از حضار معرکہ احد بیروں نیایند۔
اشراف مہاجر و اعیان انصار کہ فرمان رسول خدا شنیدند ند۔ با آنکہ اکثر جراحات متعدد داشتند۔
کمر انقیاد بمیاں بستند۔ و حضرت مقدس نبوی سلاح پوشیدہ بر سر راہے ایستادہ تا حامیان
حوزہ اسلام باو ملحق شدند۔ و در شان سالکان طریق ایں آیہ نازل شد۔ الذین استجابوا
للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم
و بغیر از جابر بن عبداللہ انصاری کہ در تخلف از حرب عذرے مسموع مقبول گشت۔ ہیچکس را
از موافقان رخصت نداد و علم خود را بحضرت علیؓ داد۔ و بعضے گویند۔ کہ با ابوبکرؓ تفویض فرمودہ
تا بحمراء الاسد رفت؛

جواب روایت ۹ حبیب السیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ نہ ترجمہ لکھا گیا۔ خلاصہ کسی
روایت کا اپنے خیال کے مطابق یہ لکھا ہے۔ کہ حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں۔
پھر یوں طعنہ زنی کی ہے "کہئے یہ کیسے ایماندار مہاجرین و انصار تھے؟" معترض صاحب
کو چاہئے۔ کہ پہلے اپنے اعتراض کو ثابت کر دکھائیں۔ پھر شوق سے طعنہ زنی فرمائیں۔ مثل
مشہور ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ ہاں اعتراض کرنے کے وقت جناب امیرؓ کے اس
کلام حکمت نظام کو خوب مدنظر رکھیں "تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی
کی طرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر
ہو۔ (نہج البلاغۃ مترجم صد ۳۸۶-۳۸۷)

جواب روایت ۱۰ ۔ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں
حجت نہیں مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ قتادہ کہتے ہیں مسلمان
بھاگ گئے۔ اچھا مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ میں بھاگا۔ یہ بھی مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ فاذا
عمر بن الخطاب فی الناس۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ پس ناگہاں عمر بن خطاب لوگوں
میں آموجود ہوئے۔ یا دکھلائی دئے۔ ان الفاظ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ عمر بن خطاب
بھی لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ آگے چلکر قتادہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ ہم لوگوں کا۔

میں مشرکوں کے ساتھ نہ آیا تھا۔ اب آیا ہے۔ اور مسلمانوں سے کہہ رہا ہے۔ کہ میرے مقابل کون آتا ہے۔ حضرت علیؓ اس کے مقابل گئے اور اس سے کہا۔ اے عمرو کیا تو نے خدا سے عہد نہیں کیا تھا۔ کہ جو شخص قریش میں سے تجھکو دو خصلتوں میں سے اچھی خصلت کیطرف بلائیگا۔ تو اس خصلت کو قبول کریگا۔ عمرو نے کہا ہاں میں نے عہد کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ بس میں تجھکو خدا اور رسولؐ اور اسلام کیطرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھکو اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ پھر میرے مقابل آ میں تجھکو جنگ کیطرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا۔ کیوں اے میرے بھتیجے میں تجھکو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا قسم ہے خدا کی میں تجھکو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اس جواب سے عمرو بہت خفا ہوا۔ اور اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ کر ہلاک کیا۔ پھر حضرت علیؓ پر تلوار ماری۔ حضرت نے اسکا وار رد کر کے ایسا ہاتھ مارا۔ کہ صاف دو ٹکڑے کر دیا۔ اور باقی قریشیوں کو بھی مارتے مارتے خندق سے باہر نکال کر بھگا دیا۔ اور عکرمہ بن ابی جہل ایسا بدحواس ہو کر بھاگا۔ کہ اپنا نیزہ بھی پھینک گیا۔"

یہ واقعات ہم تسلیم کرتے ہیں باقی معترض صاحب نے جو کچھ اس اعتراض کی تقریر میں تحریر فرمایا ہے۔ وہ ہمارے نزدیک افسانہ ہے۔

جواب روایت ۲ - غزوہ خندق کے متعلق حذیفہ بن یمان کی روایت جسطرح معترض نے لکھی ہے۔ وہ ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک صحیح اسقدر ہے جسقدر سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ "ابن اسحاق کہتے ہیں۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ بن یمان سے کہا۔ کہ کیا آپ نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے۔ اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ حذیفہ نے کہا۔ ہاں۔ اس شخص نے کہا پس آپ کسطرح کام کرتے تھے۔ حذیفہ نے کہا ہم بڑی محنت کرتے تھے۔ اس شخص نے کہا۔ اے حذیفہ اگر ہم لوگ حضورؐ کے زمانہ میں ہوتے تو آپ کو کبھی زمین پر نہ چلنے دیتے۔ اپنی گردنوں پر سوار رکھتے۔ حذیفہ نے کہا اے میرے بھائی کے فرزند میں خندق کی جنگ میں حضورؐ کے ساتھ تھا۔ حضورؐ نے عشاء کی نماز کے بعد صحابہؓ سے فرمایا۔ کہ ایسا کون شخص ہے۔ جو ہمکو مشرکین کی خبر لادے۔ [illegible] دعا کرتا ہوں۔ کہ اس شخص کو جنت میں میرا رفیق کرے۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ خوف اور بھوک اور سردی کی

شدت سے کوئی شخص کھڑا نہ ہوا۔ تب حضورؐ نے مجھکو طلب کیا میں کھڑا ہوا حضورؐ نے مجھسے فرمایا کہ تم جاکر دیکھو۔ کہ مشرک کیا کر رہے ہیں۔ اور کسی سے کچھ نہ کہنا۔ سیدھے ہمارے پاس چلے آنا۔ اور حذیفہ کہتے ہیں میں جب مشرکوں میں پہنچا۔ تو میں نے دیکھا کہ آندھی نے سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ نہ آگ جلتی ہے۔ نہ خیمہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر اوسیوقت ابو سفیان کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے قریش قسم ہے خدا کی تم ایسی جگہ میں آن کر ٹھہرے ہو۔ کہ جہاں جوتیاں تک ٹوٹ گئیں۔ اور بنو قریظہ نے ہم سے عہد خلافی کی اور ایسی باتیں کیں جو ہم کو بہت ناگوار گذریں۔ اور ہوا نے ہم کو ایسا پریشان کیا ہے۔ کہ کسیطرحکا ہمکو اطمینان نہیں ہے۔ نہ آگ جلتی ہے نہ خیمہ قائم رہتا ہے۔ پس میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اب تم مکہ کو واپس چلے چلو۔ اور پھر ابو سفیان اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس کے پیکڑہ بندہا ہوا تھا۔ ابو سفیان بدحواسی میں اونٹ پر سوار ہو کر اسکو مارنے لگا۔ تب ایک اور شخص نے اس کا پیکڑہ کھولدیا۔ اور ابو سفیان روانہ ہوا۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ پھر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت کھڑے ہوئے۔ ایک چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ نے مجھکو دیکھا اپنے پیروں میں مجھکو داخل کر لیا۔ اور چادر مجھپر ڈالدی۔ پھر رکوع اور سجدہ کر کے سلام پھیرا میں نے سارا واقعہ عرض کیا۔

اب اس روایت صحیحہ کی بناء پر ہوئے شریعت محمدیہ صحابہ عموماً یا خصوصاً مورد سلام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جو کچھ فرمایا۔ وہ بطور ارشاد تہا۔ کوئی حکم نہ تھا جسکی خلاف ورزی معصیت ہے۔ علاوہ بریں اس ارشاد کو سنکر اصحاب رسولؐ میں سے ہر ایک کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ حاضرین میں سے کوئی نہ کوئی تعمیل ارشاد کیلئے آمادہ ہو جائیگا۔ اس لئے اس روایت سے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر بزعم معترض کوئی اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ تو اس اعتراض کا نشانہ خود حضرت حذیفہ اور تمام حاضرین صحابہؓ ہوتے ہیں۔ جن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

اگر ہم روایت پیش کردہ معترض کے اس بیان کو کہ حضرت رسول خداؐ نے لیلۃ الاحزاب میں شیخین سے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ مشرکوں کی خبر لانیکے لئے جائیں۔ اور انہوں نے معافی چاہی صحیح فرض کر لیں تاہم اس سے

شیخین پر کوئی ایسا اعتراض وارد نہیں ہوتا جس سے ان کے تقدس اور منصب خلافت کے اہل ہونے میں فرق آئے۔ کیونکہ رسولخدا نے بھی خدا تعالے کے حکم کو سنکر اس کی تعمیل سے کئی مرتبہ معافی چاہی ہے چنانچہ کتاب روضۂ شیخ مفید سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بعد حجۃ الوداع کے جب توجہ مدینہ منورہ کیطرف فرمائی تو راہ میں حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اے رسول خداؐ کے اللہ تعالے بعد سلام کے فرماتا ہے۔ کہ علیؑ کو تم امام کردو۔ اور اپنی امت کو ان کی خلافت کی خبر دیدو۔ جناب رسولخداؐ نے فرمایا کہ اے بھائی جبرائیلؑ۔ اللہ جانتا ہے۔ میرے اصحاب کے بغض کو علی کے ساتھ میں خوف کرتا ہوں کہ میں علیؑ کو خلیفہ کروں اور وہ سب جمع ہوکر میری ایذا ہی پر مستعد ہو جاویں پس معافی چاہ۔ تو اس حکم میں میرے رب سے پس چڑھ گئے حضرت جبرئیل اوپر۔ اور حضرت کے جواب کو اللہ کے سامنے عرض کیا اللہ نے پھر اولٹے پاؤں اتارا۔ اور وہی حکم فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلعم نے وہی معافی چاہی جو پہلے چاہی تھی۔ پھر حضرت جبرئیل چڑھ گئے۔ اور رسول اللہ صلعم کے جواب کو عرض کیا۔ پھر اللہ نے حضرت جبرئیل کو ساتھ عتاب شدید کے رسول اللہ صلعم پر نازل کیا۔ آخر کو رسول اللہ صلعم نے سب صحابہؓ کو جمع کر کے حضرت علیؑ کو خلیفہ کردیا۔ عبارت اسکی یہ ہے۔ ان اللہ تعالی انزل جبرئیل علیہ السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد الفراغ من حجۃ الوداع والتوجہ الی المدینۃ فی الطریق فقال یا محمد ان اللہ یقرئک السلام ویقول لک انصب علیاً للامامۃ ونبہ امتک علی خلافتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اخی جبرئیل ان اللہ یعلم بغض اصحابی لعلی انی اخاف منہم ان یجتمعوا علی اضراری فاستعف لی ربی فصعد جبرئیل و عرض جوابہ علی اللہ فانزلہ اللہ مرۃ اخری فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما قال اولا فاستعفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی المرۃ الاولی صعد جبرئیل فکرر جواب النبی صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم فامرہ اللہ بتکریر نزولہ معاتبا مشددا علیہ بقولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس الا انہ فجمع اصحابہ وقال یا ایہا الناس ان علیا امیر المومنین وخلیفہ رسول رب العلمین لیس لاحد ان یکون خلیفۃ بعدی سواہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ انتہی بحرفہ راغم

غزوہ خیبر

جواب روایت ۱ ۔ سیرۃ ابن ہشام حصہ دوم صفحہ ۳۷۷ میں لکھا ہے۔ "عمرو بن اکوع سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے خیبر کے ایک قلعہ کیطرف ابوبکر صدیقؓ کو سفید نشان عنایت کر کے روانہ کیا۔ ابوبکرؓ نے بڑی کوشش کی اور بہت لڑے مگر فتح نہ ہوا۔ آخر واپس گئے۔ پھر حضورؐ نے اسی قلعہ کیطرف یہی نشان دیکر عمر بن خطاب کو روانہ کیا۔ انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی کی۔ مگر آخر ناکامیاب ہو کر واپس چلے آئے"

اور فاضل مورخ طبری نے لکھا ہے۔ فلما نزل رسول اللہ صلعم خیبر اخذتہ الشقیقۃ فلم یخرج الی الناس وان ابابکر اخذ رایۃ رسول اللہ صلعم ثم نھض فقاتل قتالا شدیدا ثم رجع فاخذھا عمر فقاتل قتالا شدیدا ھو اشد من القتال الاول ثم رجع فاخبر بذالک رسول اللہ صلعم فقال لما واللہ لاعطینہا غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ یاخذھا عنوۃ (صفحہ ۱۵۸۰) مطلب وہی ہے جو اوپر کی روایت سے ظاہر ہے۔"

پس اصل واقعہ اسیقدر ہے۔ باقی روایتیں قابل اعتبار نہیں۔ اب اگر اس واقعہ کو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ باوجود قتال شدید قلعہ خیبر فتح نہ کر سکے۔ اور ناکامیاب واپس آئے۔ فرار سے تعبیر کر کے ان کو مصداق ومن یولھم یومئذ دبرہ کا قرار دیا جاتا ہے۔ تو علاوہ اور مفاسد کے ایک بڑی مصیبت یہ پیش آتی ہے۔ کہ یہ اعتراض حضرت رسولخداؐ اور حضرت علیؓ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ تواریخ کتب سیر وغیرہ میں بضمن حالات غزوہ طائف لکھا ہے۔ کہ قلعہ طائف خود حضرت رسولخداؐ بھی جنکے ساتھ علیؓ اور دیگر صحابہؓ تھے فتح نہ کر سکے۔ اور بے نیل مرام واپس آئے۔ اگرچہ بعد ازاں بفضل الہی وہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا۔"

تلخیص الصحاح جلد پنجم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے۔ ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کو گھیر لیا۔ اور دشمن سے کوئی چیز ہاتھ نہ آئی یعنی ان پر فتحیابی نہوئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہم انشاءاللہ کل پلٹنے والے ہیں۔ تو یہ بات اصحاب پر گراں گذری۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم چلے جائیں اور حالانکہ ہم نے اس کو فتح نہیں کیا۔ ... تو آپ نے فرمایا۔ کہ صبح کو لڑائی پر چلو سو ہم صبح کو لڑائی پر گئے۔ تو اصحاب کو زخم پہنچے یعنی بعضے اصحاب زخمی ہوئے۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ کہ ہم انشاءاللہ کل پلٹنے والے ہیں۔ تو اصحابؓ اس بات سے خوش ہوئے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے شیخین اس کے راوی ہیں۔"

روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۸۳ اور تواریخ حبیب اللہ صفحہ ۱۴۳-۱۴۴ میں بھی یہ واقعہ لکھا ہے۔

حیات القلوب مترجم جلد دوم صفحہ ۳۱۷ میں لکھا ہے۔ "شیخ مفید نے عبدالرحمن بن عوف سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولخدا نے اہل طائف کا محاصرہ کیا۔ اور دس روز یا سترہ روز تک قلعہ فتح نہ ہوا"

جواب روایت (۲) اسکا جواب اگرچہ روایت اول کے جواب میں لکھدیا گیا ہے۔ مگر یہاں کچھ اور بھی لکھے دیتے ہیں۔ حبیب السیر و روضۃ الاحباب و طبری کسی سے بھی شیخین کا فرار ہونا ثابت نہیں۔ نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ و رسول کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے لیکن عداوت کیوجہ سے آپکو دکھائی نہیں دیتا۔ اگر روایت کے الفاظ لاعطینہا غداً رجلاً یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ سے معترض صاحب نے شیخین کا محبت رسول سے بے بہرہ ہونا اخذ کیا ہے۔ تو اسے خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جائے کسی شخص کی نسبت یہ کہنا کہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ اسکے سوائے کوئی اور اللہ و رسول کو دوست نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر ایسے معنی کئے جائیں۔ تو اول تو بے دلیل ہیں۔ دوسرے صحابہ مقبولین شیعہ کی نسبت بھی یہی ماننا پڑیگا۔ کہ یہ لوگ اللہ و رسول کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ چونکہ حضرت رسولخدا کو بالہام الہی یہ بات معلوم تھی۔ کہ امت محمدیہ میں آئندہ ایک فرقہ خوارج پیدا ہونیوالا ہے۔ جو حضرت علی کے ساتھ عداوت رکھیگا اور انکی برائیاں بیان کریگا۔ اسلئے آنحضرت صلعم نے حضرت علی کے سر سے الزام دور کرنے کیلئے فرمایا یحب اللہ و رسولہ۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت کو منجانب اللہ یہ بات اس روز معلوم ہو چکی تھی۔ کہ خیبر کی فتح کل کے دن حضرت علی کے ہاتھ سے اللہ تعالے کو منظور و محبوب ہے۔ اسلئے آپ نے لاعطینہا غداً رجلاً فرما کر پھر فتح خیبر کی بشارت یحب اللہ و رسولہ میں دی جسکے معنی یہ ہیں۔ کہ جسکے ہاتھ پر اللہ اور اسکے رسول کو فتح منظور و محبوب ہے پس ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شیخین اللہ و رسول کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ محض لغو ہے علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے۔ جو عقاید میں حجت نہیں۔

غزوہ حنین

جواب۔ غزوہ حنین کے حالات جو معترض نے بیان کئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۱۲ و ۱۳ میں غزوہ حنین سے متعلق دو روایتیں درج ہیں جنسے اس غزوہ کے اصل صحیح حالات بہت اچھی طرح سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابو اسحاق سے روایت ہے۔ کہ ایک مرد براء بن عازب کے پاس آیا سو اسنے کہا۔ اے ابو عمارہ کیا تمنے جنگ حنین کے دن پیٹھ پھیری تھی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ نے تو پیٹھ نہیں پھیری لیکن جلد باز اور بے زرہ لوگ اس قوم ہوازن کیطرف چلے۔ اور وہ تیرانداز قوم تھی۔ سو انہوں نے انکو تیر مارے۔ گویا کہ وہ ٹڈیوں کا ایک لشکر تھا۔ سو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سو وہ بھاگ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف پھر آئے۔ اور ابو سفیان بن حارث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کو کھینچ رہے تھے یعنی تا کہ آگے نہ بڑھے۔ سو آپ خچر سے اوترے اور دعا کی اور مدد مانگی۔ اور آپ فرماتے تھے۔ کہ پیغمبر ہوں جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ الٰہی اپنی مدد اوتار۔ پھر آپ نے ان کی صف باندہی۔ انتہی لقدر الحاجۃ

(۲) انس سے روایت ہے۔ کہ ام سلیم نے جنگ حنین کے دن ایک خنجر لے رکھا۔ سو وہ ام سلیم کے پاس تھا۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ کہ اے ام سلیم یہ کیا ہے یعنی کیوں لیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے یہ اسواسطے لے رکھا ہے۔ کہ اگر کافروں میں سے کوئی میرے نزدیک ہوا۔ تو اسکا پیٹ پھاڑ ڈالونگی۔ تو رسول اللہ صلعم ہنسنے لگے۔ پھر ام سلیم نے کہا۔ جو لوگ نو مسلم ہمارے پیچھے ہیں جنہوں نے آپکو شکست دلائی ہے۔ ان کو قتل کر دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اے ام سلیم تحقیق اللہ تعالیٰ نے کفایت کی اور خوب کفایت کی۔ یعنی اب اللہ نے ہم کو فتح دیدی۔ انکو کیوں ماریں مسلم و ابو داؤد اسکے راوی ہیں۔ اصل الفاظ مطلب یہ ہیں۔ فقالت یا رسول اللّٰہ اقتل من بعدنا من الطلقاء الذین انھزموا بک شیخین اور ترمذی نے جو روایت انس سے لی ہے۔ اس میں بھی یہ الفاظ ہیں۔ ومعہ الطلقاء فادبروا عنہ

تلخیص الصحاح جلد پنجم صدا۔ طلقاء جمع ہے طلیق کی اور طلیق اس شخص کو کہتے ہیں جسکی راہ چھوڑ دی گئی ہو اور وہ مکہ والے تھے۔ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ جنگ حنین میں یہی نو مسلم بھاگے تھے؛

سیرۃ ہشام حصہ دوم صفحہ میں لکھا ہے۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ جب مسلمان حنین کی وادی میں پہنچے۔ تو یہ وادی بہت نشیب میں تھی۔ اسمیں لوگ اترنے لگے۔ اور صبح صادق کا وقت تھا۔ اور دشمن تمسے پہلے وہاں پہنچ کر ٹیلوں اور گڑھوں میں چھپ گئے تھے مسلمانوں کو اسکی خبر نہ تھی۔ اب جو مسلمان بیدھڑک اس وادی میں اوترے تو یکبارگی ہوازن نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا۔ مسلمان

وہاں سے الٹے پھرے۔ اور حضورؐ لشکر کے دائیں طرف تھے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو آواز دینی شروع کی۔ کہ اے لوگو میری طرف چلے آؤ۔ میں رسول خدا کا یہاں موجود ہوں۔ اور مہاجرین اور انصار اور اہل بیت کے لوگ آپؐ کے ساتھ تھے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ اور عباسؓ اور ابوسفیان بن حرث اور ان کا بیٹا اور فضل بن عباس اور ربیعہ بن حرث اور اسامہ بن زید اور ایمن بن ام ایمن بن عبید جو اسی جنگ میں شہید ہوئے"

پھر صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے "حضرت عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔ میں حضورؐ کے سفید خچر کو پکڑے ہوئے تھا۔ اور میں ایک جسیم بلند آواز شخص تھا۔ جب حضورؐ نے لوگوں کو شکست کی حالت میں دیکھا۔ تو آواز دی کہ اے لوگو کہاں جاتے ہو۔ عباسؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ لوگوں نے حضورؐ کی آواز نہیں سنی۔ تب حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے عباس تم لوگوں کو آواز دو۔ کہ اے انصار کہاں جاتے ہو۔ پس میں نے آواز دی۔ اور انصار لبیک لبیک کہنے شروع ہوئے۔ کہتے ہیں اور لوگوں کی ایسی بدحواسی کی حالت تھی۔ کہ اونٹ پر چڑھنا چاہتے تھے اور چڑھ نہ سکتے تھے۔ کوئی اونٹ کی گردن پر اپنی زرہ پھینک دیتا تھا۔ اور کوئی تلوار اور ڈھال کو پھینک دیتا تھا۔ کوئی اونٹ کو چھوڑ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضورؐ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے۔ پھر وہ دشمن سے ملتے اور سخت لڑائی لڑے۔ پھر خزرج کو آواز دی۔ یہ لوگ جنگ میں بڑے صبر کرنے والے تھے۔ پھر حضورؐ جنگ کے ملاحظہ کرنے ایک بلندی پر چڑھے۔ اور صحابہؓ اس وقت خوب گرمی سے جنگ کر رہے تھے حضورؐ نے فرمایا۔ اب لڑائی گرم ہوئی ہے"

مورخ طبری نے جنگ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ومن ثبت معہ من المھاجرین ابوبکر و عمر و من اھل بیتہ علی بن ابی طالب و العباس بن عبد المطلب و ابنہ الفضل الخ

طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ یعنی مہاجرین میں سے جو لوگ آنحضرت صلعم کے پاس ثابت قدم رہے۔ انمیں سے ابوبکرؓ و عمرؓ مہاجرین میں سے تھے۔ اور اہلبیت کرام میں سے علی بن ابی طالب اور عباس بن عبدالمطلب اور فضل بن عباس تھے۔ الخ

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ بحث غزوہ حنین میں لکھا ہے۔ روی البزار عن انس ان ابابکر و عمر و عثمان و علیا ضرب کل منھم بضعۃ عشر ضربۃ۔ روایت کی ہے بزار نے انسؓ سے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ میں سے ہر ایک نے دس سے کچھ اوپر ضربیں لگائیں ❖

(از سید صادق حسین اٹاوی)